مقالات

حضرت مولانا ابو السلام محمد صدیق مدظلہ العالی

رؤیتِ ہلال اور مطالع کا اختلاف

> درج ذیل مقالہ حضرت مولانا ابو السلام محمد صدیق رئیس جامعہ علمیہ سرگودھا نے، جمعیت اہلحدیث کورٹ روڈ کراچی کے زیرِ اہتمام ایک مجلسِ مذاکرہ (منعقدہ ۱۷ر نومبر تا ۲۰ر نومبر ۸۶ء) میں پڑھا، جسے افادۂ عام کے لیے محدث میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى،
اَمَّا بَعْدُ!

"يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۔
الآية!" (البقرۃ: ۱۸۹)

"اے نبیؐ، آپؐ سے سوال کرتے ہیں اہلّہ (چاند) کے بارہ میں، کہہ دیجیے، یہ لوگوں کے (کاموں کی میعادیں) اور حج کے اوقات (معلوم کرنے) کا ذریعہ ہیں۔"

کواکب

علمِ ہیئت میں یہ بات مسلّم ہے کہ کواکب میں سے بعض کواکب، سیّارے ہیں۔ جو آسمان میں گردش کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو گردش نہیں کرتے وہ اپنی جگہ پر ثابت ہیں۔

کواکب، جو گردش کرتے ہیں، ان کی تعداد سات ہے۔

(۱) زحل (۲) مشتری (۳) مریخ (۴) شمس (۵) زہرہ (۶) عطارد (۷) قمر۔ شمس اور قمر کے ماسوا باقی پانچ کواکب کو "خنس ۔ جوار ۔ کنس" نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں اس بحث کا تعلق علمِ افلاک سے ہے، جس کا تعلق ہمارے موضوع سے نہیں

ہے۔ سطور بالا سے صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ علمِ افلاک کے ماہرین کا یہ نظریہ ہے کہ قمر بھی دوسرے سیاروں کی طرح آسمان میں گردش کرتا ہے۔ "كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ" آیت بھی بتلا رہی ہے کہ سورج چاند وغیرہ آسمان میں تیر رہے ہیں۔

ہلال اور قمر

"ہلال" واحد ہے "اھلّہ" اس کی جمع ہے۔ چاند اگرچہ ایک ہے۔ مگر چونکہ وہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، اس لیے وہ گویا کئی چاند ہوئے۔ پہلی یا دوسری رات کا چاند ہو تو اسے ہلال نام سے پکارا جاتا ہے۔ ابو ہیثمؒ کا قول ہے کہ مہینہ کے آخری دو رات کے چاند کو بھی ہلال کہا جاتا ہے۔ درمیانی وقت کا جو چاند ہے اس پر قمر کا اطلاق ہوتا ہے۔

ہلال نام کی وجہ

پہلی دوسری تاریخ کے چاند کو ہلال اس لیے کہا جاتا ہے کہ چاند نظر آنے پر بغرضِ اطلاع لوگ آواز بلند کرتے ہیں۔ "ہلال" کا لغوی معنیٰ "آواز بلند کرنا" ہے،

"اِسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ حِيْنَ يُوْلَدُ"

یعنی "پیدائش کے وقت بچہ نے آواز بلند کی۔"

یوم

رات دن کے مجموعہ کا نام یوم ہے۔ عربوں کے نزدیک یہ غروبِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ اہلِ روم اور اہلِ فارس کے نزدیک یوم، طلوعِ آفتاب سے طلوعِ آفتاب تک ہے۔ فرق یہ ہے کہ عربوں کے نزدیک رات پہلے اور دن بعد میں جبکہ اہلِ روم اور اہلِ فارس کے نزدیک دن پہلے اور رات بعد میں آتی ہے۔

چاند کا پورا ہونا اور کم ہونا

پہلی تاریخ کو چاند چھوٹا ہوتا ہے روشنی بھی کم ہوتی ہے۔ پھر بتدریج بڑا ہوتا جاتا ہے اور روشنی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ چودھویں رات کو تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر پندرھویں رات سے گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ آخر میں کھجور کی ٹہنی جیسا ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ۔"

(یٰسٓ: ۳۹)

یعنی "چاند کے لیے اس کی منزلوں کا ہم نے اندازہ لگایا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی

منازل طے کرتا ہوا کھجور کی پرانی ٹہنی جیسا ہو جاتا ہے۔" چاند کا یہ چکر ایک مہینہ میں پورا ہوتا ہے، سال میں بارہ چکر ہوتے ہیں۔

آیت کا شانِ نزول

حضرت ابنِ عباس رضؓ نے بیان کیا کہ معاذؓ بن جبل اور ثعلبہ رضؓ دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ چاند جب چڑھتا ہے تو دھاگے کی طرح باریک ہوتا ہے، پھر بتدریج بڑھتا ہے حتیٰ کہ وہ گول ہو جاتا ہے۔ پھر بتدریج پہلی حالت پر لوٹ آتا ہے، سورج کی طرح وہ ایک حالت پر نہیں رہتا۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ ۖ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ - الآیۃ"

یعنی "چاند کے بڑا چھوٹا ہونے کے بارہ میں سوال کرتے ہیں۔ آپؐ فرما دیجئے، یہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے اوقات ہیں"

یہ آیت بتاتی ہے کہ چاند کا بڑا چھوٹا ہونا اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ ہے۔

گنتی

قمری مہینے تیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور انتیس دن کے بھی، لیکن زیادہ انتیس دن کے ہوتے ہیں۔ حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں:

"مَا صُمْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ اَکْثَرَ مِمَّا صُمْنَا ثَلٰثِیْنَ" (ترمذی)

کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جتنے ماہ روزے رکھے ہیں، ان میں اکثر دنوں کی گنتی تیس دن کے مقابلہ میں انتیس دن کی تھی"

بخاری کی ایک روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَخَنَسَ الْاِبْھَامَ فِی الثَّالِثَۃِ"

"مہینہ اتنے (دس) اتنے (دس) دن کا ہے، تیسری مرتبہ انگوٹھے کو نیچے کر لیا (یعنی نو دن۔ کل انتیس دن ہوئے)"

اسی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ماہِ رواں انتیس دن کا ہے یا مطلق بیان فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"اَلشَّھْرُ یَکُوْنُ تِسْعَۃً وَّعِشْرِیْنَ وَیَکُوْنُ ثَلٰثِیْنَ"

کہ "مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور تیس دن کا بھی"

انتیس دن والے مہینے

حافظ ابن حجرؒ نے بعض حفاظ سے نقل کیا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو برس روزے رکھے ہیں، ان میں دو رمضان تیس تیس دن کے تھے۔"

امام نوویؒ نے بیان کیا ہے کہ پے در پے دو تین یا حد چار مہینے انتیس دن کے ہوتے ہیں۔ چار سے زیادہ مہینوں میں لگاتار نقص نہیں آتا کہ وہ انتیس دن کے ہوں۔

قمری مہینے طبعی اور فطری ہیں

قمری مہینے کا آغاز اور اس کی انتہاء رؤیتِ ہلال پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قمری مہینے طبعی اور فطری ہیں۔ مہینہ کا انتیس دن کا بھی ہونا اور تیس دن کا بھی ہونا، یہ اختلاف بھی طبعی ہے۔

حسی علامت

چاند بذاتِ خود تاریخ اور مہینہ کے لیے حسی علامت ہے۔ ہر واقف اور ناواقف چاند دیکھ کر تاریخ اور مہینہ کی ابتداء اور انتہاء کا اندازہ آسانی کے ساتھ لگا سکتا ہے۔ اس کے برعکس سورج، مہینہ اور سال معلوم کرنے کی غیر حسی علامت ہے۔ اس سے سال اور مہینہ کا اندازہ ایک باخبر انسان تو حساب سے کر سکتا ہے، مگر جو شخص ناواقف اور بے علم ہے، اس کے لیے مہینہ کی تاریخ اور سال سے خود بخود باخبر ہونا ایک مشکل امر ہے۔ اس لیے قیاس یہ چاہتا ہے کہ ابتداء آفرینش میں لوگ چاند ہی کے مہینے جانتے تھے اور بارہ مہینوں کا سال شمار کرتے تھے چنانچہ تقویم تاریخی کے مصنفین میں سے بعض نے لکھا ہے:

"قمری سال حقیقی ہے، یعنی چاند کے بارہ مرتبہ عروج و زوال کو ایک سال شمار کیا جاتا ہے، اس میں موسم کا کوئی لحاظ نہیں۔ کبھی یہ سال سردیوں سے شروع ہوتا ہے اور کبھی گرمیوں میں، کبھی بہاریں اور کبھی خزاں میں۔ چاند زمین کے گرد چکر لگاتا ہے۔ وہ دائرہ جس پر چاند زمین کے گرد چکر لگاتا ہے، بالکل گول نہیں ہے۔ اس لیے چاند کبھی زمین سے قریب تر ہوتا ہے اور کبھی بعید تر۔ اسی طرح چاند کی رفتار ہر جگہ برابر نہیں ہوتی۔ کبھی تیز ہوتی ہے کبھی سست۔ اس لیے زمین کے گرد چاند کا چکر کبھی تیس دن میں مکمل ہوتا ہے اور کبھی انتیس دن میں۔ اسی طرح چاند کے مہینے انتیس دن کے ہوتے ہیں اور کبھی تیس دن کے۔ زمین کے گرد چاند کے بارہ چکروں کی مجموعی

مدت قریباً تین سو چون (۳۵۴) دن ہوتی ہے۔ اس لیے ہر قمری سال اتنی ہی مدت کا ہوتا ہے۔ اس میں کسی حسابی کے زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ کسی ایک مقام پر تیرھویں بار چاند اس سے کم مدت میں نظر آ ہی نہیں سکتا۔ یہ تو ممکن ہے کہ مطلع غبار آلود ہو یا بادل چھائے ہوں تو چاند وقت پر نظر نہ آئے لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس سے کم مدت میں چاند نظر آ جائے۔"

(تقویم تاریخی مرتبہ ہاشمی)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۔ الآية" (التوبة: ۳۶)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ (۱۲) ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس دن سے مقرر ہیں جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں۔ یہ دینِ قیم ہے۔"

یہ آیت صراحت کرتی ہے کہ ابتداء ہی سے لوگ اوقات اور تواریخ کا اندازہ قمر کی نسبت سے لگاتے تھے۔ بعد میں لوگوں نے جس طرح دین کے بعض مسائل میں تحریف کی، اسی طرح تبدیلی کر کے شمس کی طرف نسبت سے شمسی ماہ و سال کی طرح ڈالی۔ جس کی وجہ سے عوام کے لیے مشکلات پیدا ہو گئیں۔

اسلام دینِ فطرت ہے

اسلام ایک فطری دین ہے، اس نے قمری ماہ و سال کو اپنایا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ قمر بذاتہٖ مہینہ کی ابتداء اور انتہاء کی حسی علامت ہے اور کسی شخص کو تاریخ معلوم کرنے میں کسی بڑی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ——— دوسری وجہ یہ ہے کہ قمری ماہ و سال کی ابتداء ہر موسم میں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سال کا ہر مہینہ اور مہینے کا ہر دن عباداتِ الٰہیہ کی برکات سے بہرہ ور ہوتا ہے اور ہر مسلمان ہر موسم اور ہر دن میں احکامِ شریعت بجا لانے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ اور کسی کے لیے یہ عذر باقی نہیں رہ جاتا کہ گرمی یا سردی، چھوٹے یا بڑے دن ہونے کی وجہ سے وہ شریعت کے

کسی حکم پر عمل نہیں کر سکا۔

سال کے دن

سماوی کوئی ایسی علامت نہیں جس سے سال کے دنوں کی گنتی معلوم ہو، البتہ اس کا اندازہ عدد اور حساب سے کیا جاتا ہے۔ سال قمری ہو یا شمسی، عدد برج کے مطابق ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ."

(یونس : ۵)

کہ "اللہ تعالیٰ نے اس کی منزلوں کا اندازہ لگایا، تاکہ تم کو سالوں اور حساب کا پتہ چل جائے۔"

قمری سال قریباً تین سو چوّن دن کا ہوتا ہے۔ کسر کو توڑ کر بیان کیا جاتا ہے کہ سال کے تین سو ساٹھ دن ہیں، جیسا کہ عربوں کی عادت ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۲۵ ص ۱۳۸)

رؤیت اور شہادت

احادیث میں یہ بات واضح ہے کہ روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا انحصار رؤیتِ ہلال پر ہے۔ دیکھے بغیر نہ روزہ رکھا جائے اور نہ افطار کیا جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

" صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ ." (منتقیٰ)

"چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اگر چاند پوشیدہ ہو جائے تو شعبان کی گنتی تیس دن پوری کرو۔"

——اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"لَيْسَ الْمُرَادُ بِهِ أَنَّهُ لَا يَصُومُهُ أَحَدٌ حَتَّى يَرَاهُ بِنَفْسِهِ ."

"اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی شخص خود چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھے۔"

بلکہ اس حدیث کا یہ معنیٰ ہے:

لَا يَصُومُهُ أَحَدٌ حَتَّى يَرَاهُ أَوْ يَرَاهُ غَيْرُهُ ."

"کہ کوئی شخص روزہ نہ رکھے جب تک خود چاند نہ دیکھ لے یا اس کا غیر نہ دیکھے۔"

اگر حدیث کا یہ مفہوم ہو کہ جو شخص چاند دیکھے، وہی روزہ رکھے۔ تو نابینا یا وہ شخص جو نگاہ کی کمزوری کی بناء پر چاند نہیں دیکھ سکتا، وہ روزہ رکھنے کا مکلف نہیں ہو گا۔ جبکہ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" آیت کا تقاضا ہے کہ وہ روزہ رکھے۔ مختصر یہ کہ جن کو چاند نظر نہ آئے، شہادت ملنے سے روزہ اور افطار ان پر لازم ہو جاتا ہے۔ اگر مطلع ابر آلود ہے یا غبار کی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا تو پھر شعبان کے تیس دن پورے کرنے کی ہدایت ہے۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

نصابِ شہادت

جمہور ائمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ رمضان کے بارے میں ایک عادل مسلمان کی شہادت کافی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی شہادت پر روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ نیز ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

"فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ" (ابوداؤد)

کہ "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے" تو آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔"

اس حدیث کو ابنِ حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

دوسری حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، "ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بیان کیا کہ "میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔" آپ نے اس سے پوچھا "کیا تو کلمہ توحید اور رسالت کی شہادت دیتا ہے؟" اس نے اعتراف کیا۔ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اعلان کریں، لوگ روزہ رکھیں۔"

(منتقیٰ ج ۴ ص ۱۸۴)

اس حدیث کو ابنِ حبان اور ابنِ خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ ہر دو احادیث سے ظاہر ہے کہ رمضان کے بارہ میں ایک مسلمان عادل کی شہادت کافی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

ہلالِ عید

ہلالِ عید کی شہادت کے لیے کم از کم دو گواہ ہوں۔ چنانچہ آخر رمضان میں ایک مرتبہ ہلالِ عید کے متعلق جھگڑا ہوا۔ دو اعرابی آئے، انہوں نے

شہادت دی کہ بخدا ہم نے عید کا چاند کل دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ روزے رکھنے بند کر دیں اور صبح عید گاہ کی طرف نکلیں۔ عید کے بارہ میں کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جس میں ایک شہادت کا ذکر ہو۔

اعتراض امام مالکؒ، لیثؒ، اوزاعیؒ، ثوریؒ اور امام شافعیؒ سے مروی ایک قول میں ہے کہ ہلالِ رمضان کے لیے ایک شہادت کافی نہیں۔ بلکہ دو کی شہادت کا اعتبار ہوگا۔ ان ائمہؒ نے اپنے موقف کے بارہ میں جو احادیث بیان کی ہیں، ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو عبد الرحمٰن بن زید سے مروی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

"فَاِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ فَصُوْمُوْا وَ اَفْطِرُوْا" (مسند احمد)

"اگر دو مسلمان شہادت دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو"!

دوسری حدیث وہ ہے جو امیرِ مکہ حارث بن حاطب سے مروی ہے۔ اس حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"فَاِنْ لَمْ نَرَهُ وَ شَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا"

"(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اگر ہم چاند نہ دیکھ پائیں اور دو گواہ عادل شہادت دے دیں، تو ان کی شہادت پر شرعی احکام یعنی روزہ اور عید ادا کریں گے۔"

—— بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلالِ رمضان کے لیے کم از کم دو گواہ ہوں اور جن احادیث میں ایک گواہ کا ذکر ہے، ان میں دوسرے گواہ کی نفی نہیں ہے بلکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے پہلے کسی دوسرے شخص سے بھی رؤیتِ ہلال کا علم ہو گیا ہو۔

جواب ابن مبارکؒ اور احمد بن حنبلؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث میں دو گواہوں کی تصریح ہے، زیادہ سے زیادہ ان سے ایک شہادت کی ممانعت بالمفہوم ثابت ہوتی ہے۔ مگر ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے مروی احادیث میں ایک شہادت کی قبولیت کا بامنطوق بیان ہے۔ مسلّمہ اصول ہے کہ دلالتِ مفہوم سے دلالت منطوق راجح ہے۔ لہٰذا یہ قول درست ہے کہ رؤیتِ ہلالِ رمضان کے بارہ میں ایک مسلمان عادل کی شہادت کافی ہے —— یہ احتمال پیدا کرنا کہ کسی دوسرے شخص سے رؤیتِ ہلال

کا علم ہو گیا ہو گا، شریعت کے بیشتر احکام کو معطل کر دینے کے مترادف ہے۔ البتہ عبدالرحمٰن اور امیر مکہ کی احادیث سے یہ بات تو ضرور واضح ہوتی ہے کہ ہلالِ عید کے لیے کم از کم دو گواہ ہونے ضروری ہیں۔

تیسرا قول شہادت کے بارہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ ہلالِ رمضان کے لیے ایک شہادت اس وقت کفایت کرتی ہے جبکہ مطلع صاف نہ ہو۔ یہ اس لیے کہ ممکن ہے مطلع صاف نہ ہونے کی بنا پر سب کو چاند نظر نہ آیا ہو۔ اگر مطلع صاف ہے تو پھر ایک جماعت کی شہادت کا اعتبار ہو گا۔ اس لیے کہ دریں حالات خفاءِ ہلال کا تصور بعید از عقل ہے۔ یہ قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے۔

ہلالِ شعبان رمضان کی یکم تاریخ معلوم کرنے کے لیے ہلالِ شعبان کی نگرانی اور اس کا تحفظ کیا جائے۔ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ»

کہ "رمضان کے لیے ہلالِ شعبان کا احصار کرو۔"

(جاری ہے)

شعر و ادب

خطاب بہ مسلم

جناب فضل رو پڑی

مسلم خفتہ جاگ اب زندہ دلی سے کام لے
باہمی کشمکش کو چھوڑ اور خدا کا نام لے

نام کو بھی نہیں کہیں الفت و ربطِ باہمی
ذاتی عداوتوں میں ہی کٹتی ہے تیری زندگی

ہے کہیں نخوت و غرور اور کہیں نفاق ہے
آہ خلوص کی جگہ باہمی افتراق ہے

بغض بھی دشمنی بھی ہے رشک نہیں لگن نہیں
دیکھ کے جلنا اور کڑھنا اچھے تو یہ چلن نہیں

ہیں کہیں بدگمانیاں اور کہیں ہیں غیبتیں
پھر بھی یہ شکوہ عام ہے ٹلتی نہیں مصیبتیں

غیروں نے لے لیے سبھی جتنے سنہری تھے اصول
ہم انہیں چھوڑ کر ہوئے رسوا، ذلیل اور ملول

بڑھ گیا آگے کس قدر غیر کا کاروان دیکھ
تو بھی ذرا قدم اٹھا اور خدا کی شان دیکھ

دامنِ مصطفٰے کو تو اچھی طرح سے تھام لے
نقشِ قدم پہ ان کے چل حوصلے سے کام لے